مولانا محمد مستقیم سلفی
استاذ جامعہ سلفیہ بنارس

# شیخ الاسلام علامہ ثناء اللہ امرت سری
# اور
# تردید انکارِ حدیث

شیخ الاسلام علامہ ابوالوفا ثناء اللہ امرت سری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ان نادرۂ روزگار شخصیات میں سے ہے جو روز روز اس دنیائے فانی میں نہیں آتیں، اور جب اس دنیا سے عالم بالا کو سدھار جاتی ہیں تو اپنے پیچھے اپنی یادوں کے انمٹ نقوش چھوڑ جاتی ہیں

علامہ ثناء اللہ رحمہ اللہ جون ۱۸۶۸ء مطابق ۱۲۸۷ھ کو "خضر جو" بن "اکرم جو" (ساکن ڈور تحصیل اسلام آباد ضلع سری نگر کشمیر) کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ خود اپنی سوانح حیات میں لکھتے ہیں کہ:

"میری عمر سات برس تھی کہ والد (خضر جو) صاحب کا انتقال ہوگیا، بڑے بھائی ابراہیم مرحوم رفوگری کا کام کرتے تھے، مجھے بھی انھوں نے یہ کام سکھایا، چودھویں سال میں والدہ کا بھی انتقال ہوگیا۔ چودھویں سال میں مجھے پڑھنے کا شوق ہوا، ابتدائی کتب فارسی پڑھ کر مولانا احمد اللہ صاحب رئیس امرت سر کے پاس پہونچا، رفوگری کا کام بھی کرتا رہا اور سبق بھی پڑھتا رہا، اس کے بعد بغرض تحصیلِ علمِ حدیث مولانا حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا، وہاں کتب درسیہ پڑھ کر سند حاصل کی، یہ واقعہ ۱۳۰۷ھ مطابق ۱۸۸۹ء کا ہے، اس کے بعد شمس العلماء سید نذیر حسین محدث دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوا، سند مذکور دکھا کر آپ سے اجازتِ تدریس حاصل کی، پھر سہارن پور چند روز قیام کر کے دیوبند پہونچا، وہاں کتب درسیہ معقول و منقول ہر قسم پڑھیں، دیوبند کے بعد مدرسہ فیض عام کانپور

ہیں جاکر داخل ہوگیا، اور مولانا احمد حسن مرحوم کے درس حدیث میں شریک ہوا، کانپور سے فارغ ہوتے ہی میں اپنے وطن پنجاب پہونچا، مدرسہ "تائید الاسلام" امرت سر میں کتب درسیہ نظامیہ کی تعلیم پر مامور ہوا طبیعت میں تجسس زیادہ تھا اسی لیے ادھر ادھر سے ماحول کے مطابق مذہبی حالات دریافت کرنے میں مشغول رہتا تھا، میری طبیعت طالب علمی ہی کے زمانہ میں مناظرات کی طرف بہت راغب تھی، اس لیے درس و تدریس کے علاوہ میں ان تینوں (عیسائی، آریہ، قادیانی) کے علم کلام اور کتب مذہبی کی طرف متوجہ رہا بفضلہ تعالیٰ میں نے کافی واقفیت حاصل کر لی۔" (اہل حدیث امرتسر مجریہ ۲۲ جنوری ۱۹۴۲ء)

کون جانتا تھا کہ خدائے قدیر نے "خضر جو" کے گھر جنم لینے والے اس بچے کو عام کاروباری گھرانوں کے ان بچوں جیسا نہیں بنایا ہے جو پروان چڑھ کر دنیائے دوں کے لیے تگ و تاز میں لگ جاتے ہیں، بلکہ اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ برصغیر ہند و پاک میں اپنے علم و فضل اور اخلاق کریمانہ کا ایسا جوہر اپنے دشمنوں کو بھی دکھائے جو کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث ثابت ہو اور اسلام پر عیسائی مشنریوں کی یورش کو روکے، شریعت اسلام کو اعدائے اسلام کے نرغے سے بچائے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات پر زبان دراز کرنے والوں کا محاسبہ کرے، اور اس شمع نبوت کو بجھنے نہ دے جس کو فروزاں رکھنے کے لیے ائمہ محدثین، اولیاء اللہ اور مجددین دین نے اپنا خون تک بہا دینے سے گریز نہیں کیا تھا۔

جس وقت آپ نے آنکھیں کھولیں اس وقت حالت یہ تھی کہ ایک طرف پورے برصغیر میں آریوں نے مسلمانوں کے عقائد و مذہب کی مخالفت کے جوش میں "رنگیلا رسول" "وچتر جیون" اور "ستیارتھ پرکاش" جیسی بیہودہ و لایعنی کتابیں ہی لکھ کر پھیلانے پر بس نہیں کیا، بلکہ ہر سو ہلچل مچا رکھی تھی، عیسائیت کے فتنے سر ابھارے ہوئے تھے اسی اثناء میں مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا، نیچریوں نے دہریت کا شعلہ بھڑکایا اور منکرین حدیث نے الگ راگ الاپا، قریب قریب سب کو حکومت کی پشت پناہی اور معاونت حاصل تھی، اور انھوں نے کھلم کھلا اسلامی تعلیمات کا مضحکہ اڑایا، اور اسلام کے مسلمات کا انکار کیا، ایسے پر آشوب اور پرفتن دور میں شیخ الاسلام نے اعدائے اسلام کو للکارا، اور پھر

آریت، عیسائیت، مرزائیت، ہندومت اور انکارِ حدیث کے ہر میدان میں ان فرقوں کے علمبرداروں کو شکستیں دیں اور اسلام پر وارد کیے گئے اعتراضات کے دندان شکن جوابات دیئے جس پر مختلف مکتبِ فکر کے اہلِ علم و مفکرین اسلام آپ کو خراجِ تحسین پیش کیے بغیر نہ رہ سکے۔

بطورِ مثال چند علماء و مفکرینِ اسلام کی تحریریں آپ حضرات کے سامنے پیش کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔

۱۔ قاضی محمد عدیل عباسی رقم طراز ہیں کہ:

"میں گورنمنٹ ہائی اسکول بستی میں پڑھ رہا تھا کہ آریہ سماج کی جانب سے اسلام پر اعتراضات کی بات شروع ہوئی اور اس زور و شور اور گھن گرج کے ساتھ کہ معلوم ہوتا تھا کسی غنیم نے پوری طرح مسلح ہو کر اسلام کے قلعہ پر اس طرح گولہ باری شروع کر دی کہ اس کا بچنا محال ہے۔ یہ حملہ ایسا اچانک اور پُر شور تھا کہ لوگوں کے دل دہل گئے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسلام کے خیمے کی چوبیں اس آندھی کا مقابلہ نہ کر سکیں گی اور اکھڑ کر منتشر ہو جائیں گی۔ ان لرزہ خیز حالات میں ایک مردِ کامل نکلا جو ہمہ صفت موصوف تھا، عالم متبحر، مفسر، محدث، واعظ، مناظر، محقق و مفکر، مردِ آہن، یقینِ محکم کا مبلغ اور استقلالِ مزاج کا پیامبر ؎

اگر ہو رزم تو شیرانِ غاب کے مانند
وگر ہو بزم تو رعنا غزالِ تاتاری

اس نے نفرت کا جواب محبت سے، تضحیک کا جواب سنجیدگی سے، غصہ کا جواب مسکراہٹ سے، علم کی پیچیدہ گتھیوں کا جواب تحقیق سے اس طرح دیا کہ ہر قدم پر زبانِ حال سے یہ آواز آنے لگی ؎

چوں بشنوی سخن اہلِ دل مگو کہ خطاست
سخن شناس نہ دلبرا خطا ایں جاست

یہ تھے مجددِ عصر، مبلغِ اعظم، محققِ اکبر حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری نور اللہ مرقدہٗ۔ اس زمانہ کی نئی مسلم پود پر ان کا احسانِ بے پایاں ہے، اور اگر

آج ہم لوگ اس عالم پیری میں ایمان ویقین سے بہرہ ور ہیں تو اس میں اس مرد مجاہد کا حصہ ہے — آنے والی نسلوں پر ان کا احسان بدستور باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گا —— مولانا صرف اہل حدیث کے نہ تھے وہ کامل ملت اسلامیہ کے تھے ۔" (اخبار اہل حدیث دہلی ۲۱ر نومبر ۱۹۷۱ئہ)

۲۔ مولانا عبدالماجد دریا بادی لکھتے ہیں کہ :

"موصوف کا نام میں نے اس وقت جانا جب ایک مرتد کی کتاب "ترکِ اسلام" سے دل بے حد جلا ہوا، اور مولانا نے اس کا جواب قریبی مدت میں "ترکِ اسلام" لکھ ڈالا تھا میں اسکول کے چھٹے درجے کا طالب علم تھا، اور عمر ۱۱ سال سے زائد نہ تھی — ایک ہندو لڑکے سے لے کر "ترکِ اسلام" کی جھلک دیکھ لی تھی، اور اس پر تن بدن میں آگ لگی ہوئی تھی، کچھ ہی دن بعد "ترکِ اسلام" کی زیارت نصیب ہوئی اور اس نے زخم پر ٹھنڈا مرہم رکھ دیا —— یہ ۱۹۰۲ئہ ہوگا یا ۱۹۰۳ئہ کا شروع، اور دل مولانا کا اسی وقت سے بے حد معتقد ہوگیا تھا۔ ان کی تحریریں اعتقاد کو بڑھاتی ہی رہیں، چنانچہ ان کا ہفتہ وار "اہل حدیث" بھی کچھ دنوں بعد دیکھنا شروع کر دیا۔ اس اعتقادی غلو میں اعتدال و توازن کہیں سالہا سال بعد جاکر پیدا ہوا۔ مولانا کی اردو تفسیر بھی مختصر تفسیروں میں اچھی ہے، لیکن عربی تفسیر کا نمبر اس سے بڑھا ہوا ہے — قرآن کی تفسیر خود قرآن کریم ہی سے کی ہے، ہم معنیٰ آیتیں خوب یکجا مل جاتی ہیں، فنِ مناظرہ کے تو کہنا چاہیئے امام تھے خصوصاً آریہ سماجیوں کے مقابلہ میں جو ادھر بدفہم و بے علم کے بدزبان بھی ہوتے تھے۔ اور شروع صدی میں ان کا فتنہ اس وقت کا سب سے بڑا فتنہ تھا، اگر مولانا ثناء اللہ صاحب ان کے سامنے نہ آجاتے تو مسلمانوں کی مغلوبیہ مرعوبیت خدا جانے کہاں تک پہونچ جاتی، حریف کی نبض شناسی میں مولانا بہت بڑھے ہوئے تھے، ایسی بات ڈھونڈھ نکالتے کہ آریہ سماجی ذہنیت دنگ ہو کر رہ جاتی۔ اب یاد نہیں کتنے مناظرے کر ڈالے اور ہر جگہ کامیاب ہی رہتے۔ ایک جگہ معروف نامور آریہ سماجی مناظر نے شروع ہی میں خم ٹھوک کر کہہ دیا کہ "آپ مسلمان ہی کب ہیں جو اسلام کی طرف سے وکیل بن کر آئے ہیں، دیکھیے

مسلمان علماء کے فتوے یہ سب آپ کی تکفیر ہیں ہیں "
یہ کہا اور میز پر ان فتووں کا ڈھیر لگا دیا، مولانا صبر کے ساتھ اپنی تکفیر کا ڈھونڈورا سنتے رہے، جب وہ کہہ چکا تو کڑک کر بولے :

"اچھا صاحب! اب میں مسلمان ہوتا ہوں اور آپ سب مسلمان گواہ رہیں کہ میں آپ سب کے سامنے کلمۂ شہادت پڑھتا ہوں :
"اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ!
فرمایئے اب تو کوئی عذر باقی نہیں رہا ؟ مسلمان باغ باغ ہو گئے، آریہ مناظر سے کچھ بن نہ پڑا اور مولانا نے اپنا کام چلتا کر دیا۔
عیسائیوں سے مقابلہ کے لیے پوری طرح تیار رہتے —— وہ زمانہ بھی مناظرہ بازیوں کا تھا، اور آریہ سماجیوں نے مسلمانوں کے منہ آنا عیسائیوں سے سیکھا تھا۔ عیسائی مشنری انیسویں صدی کے وسط ہی سے مسلمانوں کے پیچھے پڑی ہوئی تھی، عیسائیوں سے مقابلہ کے لیے مولانا نے کچھ انگریزی بھی سیکھ لی تھی ۔ اگر کہیں انگریزی کا مطالعہ زیادہ کر لیا ہوتا تو اپنے فن میں بے مثل ہو جاتے۔ کلمہ گو فرقوں کے اندر توجہ احمدیہ (قادیانیہ) پر زیادہ رہتی، بلکہ ایک بار تو ایک انعامی مباحثہ میں انعام بھی احمدی فریق سے جیتا تھا "
(معاصرین مولانا عبدالماجد دریابادی ص۱۲۴)

۲۔ علامہ سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں :

"اسلام اور پیغمبرؐ اسلام کے خلاف جس نے بھی زبان کھولی اور قلم اٹھایا، اس کے حملے کو روکنے کے لیے ان (یعنی مولانا ثناء اللہ) کا قلمِ شمشیرِ بے نیام ہوتا تھا، اور اسی مجاہدانہ خدمت میں انھوں نے عمر بسر کی "

(یادِ رفتگاں، مولانا سید سلیمان ندوی ص۴۱۸)

مزید لکھتے ہیں :

"مرحوم اسلام کے بڑے مجاہد سپاہی تھے ۔ زبان وقلم سے اسلام پر جس نے بھی حملہ کیا، اس کی مدافعت میں جو سپاہی سب سے آگے بڑھتا، وہ وہی ہوتے "

(یعنی مولانا ثناء اللہ) (حوالہ مذکور)

۴ - مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ فرماتے ہیں کہ :

"میرے نزدیک اسلام کی صداقت، وحقانیت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ثناء اللہ ایسا زیرک، معاملہ فہم، ذہین وفطین اسلام کا علمبردار ہے، اور یہ صداقتِ اسلام کا جیتا جاگتا، چلتا پھرتا معجزہ ہے۔"

(المنبر لائل پور ۱۴؍ شعبان ۱۳۸۷ھ ص۲۰)

۵ - رئیس الاحرار مولانا ظفر علی خانؒ مدیر اخبار زمیندار لاہور رقمطراز ہیں کہ :

"مولانا ابو الوفاء صاحب امرتسری کو غیر مسلموں کے مذہبی اعتراضات کے دندان شکن اور قاطع جواب دینے میں جو خاص شہرت حاصل ہے، وہ محتاجِ تصریح نہیں۔ بلا خوفِ تردید یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ مولانا ممدوح نے اس وقت تک عیسائیوں، آریوں اور دوسرے فرقوں کے مقابلہ میں دین کی جو عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں، ان کی سپاس گزاری کے گراں بہا قرض سے ہندوستان کے مسلمان کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتے۔"

(اہل حدیث امرتسر ۲۲؍ جنوری ۱۹۲۵ء، مقدس رسولؐ ص۱۸)

۶ - علامہ ثناء اللہ امرتسریؒ اپنے اساتذہ عظام کی محبت وشفقت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

"مجھے خود اس بات کا فخر ہے کہ میرے اساتذۂ عظام بھی عظیم الشان جلسوں میں بڑے بڑے مناظرے میرے سپرد کرتے تھے، جن میں وہ خود بھی شریک ہوتے تھے ___ مثلاً مناظرہ دیور یا ضلع گورکھ پور، مناظرہ نگینہ ضلع بجنور، مناظرہ جبل پور، مناظرہ خورجہ، مناظرہ رامپور۔" ("یہ سب مناظرے تحریری ہوتے تھے، جن کی روئیدادیں کتابوں کی صورت میں شائع ہوتی تھیں") خصوصیت کے ساتھ اپنے استاذ مولانا محمود الحسن صاحبؒ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

"میں یہ فقرہ بھی عرض کر دوں تو بجا ہے کہ ممدوح کو میرے ساتھ اپنی اولاد کی طرح محبت تھی۔ اس لیے بڑے بڑے مباحثوں میں جہاں اکابر دیوبندیہ کا دخل ہوتا، مباحثہ اس خاکسار کے سپرد کیا جاتا، جیسے مباحثہ نگینہ اور رام پور وغیرہ۔"

(مقدمہ ترجمہ ثنائی بعنوان سوانح حیات ص ۵۲/۵۳)

یہ تھی شیخ الاسلام علامہ ثناء اللہ امرتسریؒ کی شخصیت، اور معاصرین علماء واساتذہ کی نظروں میں ان کا مقام ومرتبہ ــــــ جن لوگوں نے شیخ الاسلام کا زمانہ نہیں پایا ــــــ یا پایا لیکن قریب سے ان کو نہیں دیکھا ــــــ وہ اس نابغۂ عصر کے مقام ومرتبہ کا اندازہ مشکل سے کر سکتے ہیں۔

ــــــ منکرینِ حدیث کے رد میں شیخ الاسلام کی تصانیف، مناظرے اور مضامین اس قدر کثرت سے اور بلند پایہ ہیں کہ کسی دوسرے کے یہاں اس کی مثال نہیں ملتی۔ پھر مولانا کے "اخبار اہل حدیث امرتسر" کی چوالیس سالہ فائلیں جس نے بھی دیکھی ہونگی، اس کو بخوبی اندازہ ہوگا کہ مولانا کی تحریروں کے علاوہ منکرینِ حدیث کے رد میں دوسرے لوگوں کے مضامین کس قدر کثرت سے شائع کیے گئے ہیں، بطورِ مثال شیخ الاسلام کی چند کتابیں اور مضامین کی جانب ذیل میں اشارہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ دلیل الفرقان بجواب اہل القرآن

یہ کتاب مولوی عبداللہ چکڑالوی کے رسالہ "برہان الفرقان علیٰ صلوٰۃ القرآن" کے جواب پر مشتمل ہے۔

۲۔ برہان القرآن

یہ کتاب مولوی احمد دین کے مضمون "عدمِ حجیتِ حدیث" کا جواب ہے۔

۳۔ حجیتِ حدیث اور اتباع الرسولؐ

یہ کتاب مولوی احمد دین کے مضمون "نبی کو اصل مطاع بماتحت حکم خدا ماننا شرک ہے" کے جواب پر مشتمل ہے۔

۴۔ خاکساری تحریک اور اس کا بانی

یہ کتاب ماسٹر عنایت اللہ مشرقی کے خیالات وعقیدہ کی تردید میں ہے۔ مشرقی صاحب حدیثِ رسولؐ کو حجتِ شرعیہ نہیں مانتے تھے۔

۵۔ حدیثِ نبوی اور تقلیدِ شخصی

اس کتاب میں احادیثِ رسولؐ کے شرعی حجت ہونے کا ثبوت پیش کیا گیا ہے اور منکرینِ حدیث کے جواب دیئے گئے ہیں، ساتھ ہی ساتھ تقلیدِ شخصی کی تحقیق کی گئی ہے۔

۶۔ برہان الحدیث

اس کتاب میں منکرینِ حدیث کے دلائل کو رد کرتے ہوئے احادیثِ رسول ؐ کو حجتِ شرعی ثابت کیا گیا ہے۔

۷۔ برہان التفاسیر برائے اصلاح سلطان التفاسیر

اس میں آیات کی صحیح تفسیر کرتے ہوئے دوسرے اصحابِ تفسیر خصوصاً منکرینِ حدیث، عیسائی اور قادیانی کی تفسیر پر نقد و تبصرہ کیے گئے ہیں۔

۸۔ تفسیر بالرائے

اس کتاب میں مندرجہ ذیل پندرہ تفاسیر کا بھرپور جائزہ لیا گیا ہے:

خزینۃ العرفان، از مرزا غلام احمد قادیانی
تفسیر القرآن، از سر سید احمد خاں
تفسیر بیان للناس، از مولوی احمد دین امرتسری
تفسیر بیان القرآن، از مولوی محمد علی لاہوری
ترجمہ و حواشی قرآنِ مجید، از مولوی عبد اللہ چکڑالوی
تفسیر القرآن بآیات الفرقان، از مولوی حشمت علی
خزائن العرفان فی تفسیر الفرقان، از مولوی نعیم الدین مراد آبادی
ترجمہ و تفسیرِ قرآن، از ڈپٹی عبد اللہ خاں لاہوری
متفرق تفسیری نوٹ، از مرزا بشیر الدین محمود
ترجمہ و حواشی قرآنِ مجید، از مولوی مقبول احمد شیعی
عام فہم تفسیرِ قرآن، از خواجہ حسن نظامی
تفسیر آیات، از مفتی محمد الدین وکیل گجراتی
تفسیر کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، از مولوی احمد رضا خاں بریلوی
تذکرہ علامہ عنایت اللہ مشرقی
تفسیر ایقان، از شیخ بہاء اللہ ایرانی

۹۔ تفسیر بالروایۃ

یہ مضمون مولوی اسلم جیراجپوری (منکرِ حدیث) کے تلبیسات کے جواب میں ہے، جو اخبار اہل حدیث امرت سر میں یکم مئی تا ۳۱ جولائی ۱۹۳۶ء چودہ قسطوں میں شائع

ہوا ہے۔

۱۰۔ کلمۃ الحق بجواب شرعۃ الحق

یہ کتاب مضمون کی شکل میں اخبار اہل حدیث میں ۲۶ دسمبر ۱۹۳۰ء تک ۳۷ قسطوں میں شائع ہوئی ہے۔ کتاب شرعۃ الحق منکرین حدیث امرتسر کی جانب سے شائع ہوئی تھی۔

۱۱۔ صلوٰۃ المومنین بجواب رسالہ صلوٰۃ المرسلین

اس میں اہل قرآن کے اس جدید حملہ کی تردید کی گئی ہے جو حدیث اور جماعت اہلحدیث پر کیے گئے تھے!

یہ مضمون اہل حدیث امرتسر ۵ مئی ۱۹۳۹ء سے لے کر ۲۳ جون ۱۹۳۹ء تک آٹھ قسطوں میں شائع ہوا ہے۔

۱۲۔ دفاع عن الحدیث

یہ کتاب اسلم جیراجپوری کے مضمون "انکار حدیث" کے جواب میں ہے، یہ کتاب مضمون کی شکل میں اخبار اہل حدیث میں ۴ دسمبر ۱۹۳۱ء تا ۸ جنوری ۱۹۳۲ء ۶ قسطوں میں شائع ہوئی ہے۔

۱۳۔ بیان الحق بجواب بلاغ الحق

یہ کتاب (پنڈت) حافظ محب الحق کے رسالہ بلاغ الحق کے جواب میں ہے، جس میں احادیث رسول ص کو ناقابل عمل بتایا گیا تھا۔ یہ کتاب مضمون کی شکل میں اہل حدیث امرتسر میں ۲۰ اگست تا ۱۲ نومبر ۱۹۳۷ء ۴ قسطوں میں شائع ہوئی ہے۔

۱۴۔ حقیقت پسندی بجواب شخصیت پرستی

یہ مضمون چودھری غلام احمد پرویز کے رسالہ ترجمان القرآن محریہ ماہ صفر ۱۳۵۶ھ کے ایک مضمون بعنوان "شخصیت پرستی" کے جواب میں ہے۔ پرویز صاحب کی نظر میں حدیث نبوی ص بزمانہ رسالت جو آں حضرت ص کے منہ سے سُنی گئی ہو، حجت شرعی ہے، لیکن سلسلہ روایت کی وجہ سے وہ حجت نہیں رہی۔

یہ مضمون ۲۱ جنوری ۱۹۳۸ء تا ۱۱/۱۸ فروری ۳۸ء چار قسطوں میں شائع ہوا ہے۔

۱۵۔ بلاغ کا باطل گو نامہ نگار

یہ مضمون کسی "حق گو" صاحب کے مضامین کے جواب میں ہے، جس میں احادیث نبوی ص

پر پھبتیاں کسنے کے ساتھ علماء اسلام کو اتنا کوسا گیا ہے جتنا کہ "شیعہ" حضرت امیر معاویہؓ کو اور خارجی حضرت علیؓ کو کوستے ہیں ! —— یہ مضمون ۶ راگست ۱۹۳۷ء اور ۲۰ راگست ۱۹۳۷ء میں شائع ہوا ہے۔

## علامہ ثناء اللہ امرتسریؒ کے ایک معاصر کی خلش

علمی و ادبی حلقوں کا یہ معروف مقولہ ہے کہ "المعاصرۃ اصل المنافرۃ" یعنی معاصرت (ہم عصری) باہمی نفرت کی اصل اور جڑ ہے۔ معاصرانہ چشمک کی تصویر پیش کرنے والا یہ جملہ ہر جگہ صادق نہیں آتا، لیکن اس کے نمونے کہیں کہیں ضرور دیکھنے میں آتے رہتے ہیں۔ قرآنِ کریم کی توضیح کے مطابق ہر عالم کے اوپر ایک عالم ہوتا ہے، یعنی علم و تحقیق کے میدان میں کسی شخصیت کو ہم حرفِ آخر اور سب سے فائق نہیں کہہ سکتے۔ مختلف لوگوں میں مختلف اوصاف و محاسن اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتقدیر و حکمت رکھے گئے ہیں تاکہ علم و دین کو ہر ایک سے فائدہ پہونچے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کو اجر و ثواب عطا ہو۔ دولت اقتدار اور حسن و جمال میں جس طرح انسان کو باری تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہونے کا حکم ہے، اسی طرح علم و معرفت کی نعمت میں بھی اسے منعمِ حقیقی کی تقسیم پر راضی رہنا ضروری ہے — جس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ ہمیں ملا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، جو کچھ دوسروں کو ملا ہے، اس پر حسد نہ کریں۔ دل میں تکدر نہ پیدا کریں اور ہر ایک کے محاسن و کمالات کا کھلے دل سے اعتراف کریں۔ اخلاق کا یہ حسن اور دل کی یہ وسعت اگر مسلمانوں میں پیدا ہو جائے تو ان کا معاشرہ سکون و سعادت کا گہوارہ بن جائے۔ لیکن افسوس کہ اس میدان میں بھی شیطان کی تلبیس اپنا کام کر رہی ہے اور مسلمان عوام و علماء بودی دلیلوں کے سہارے ایک دوسرے کے خلاف زبانِ طعن دراز کرتے ہیں۔ ہر شخص دوسرے کے قد کو چھوٹا کر کے دکھانے کی کوشش کرتا ہے تاکہ اس کا اپنا قد بڑا نظر آئے۔ یہ رویہ تمام مسلمانوں بلکہ تمام انسانوں میں معیوب ہے، لیکن علماء میں اس کا وجود بڑا دل خراش ہے۔ کیوں کہ ان کا فرض یہ ہے کہ وہ ہر ایک کو اسلامی اخوت و مودت کی دعوت دیں، اور اپنے عمل سے اس کا نمونہ ان کے سامنے پیش کریں۔ لیکن اس طبقہ نے کینہ و حسد اور الزام تراشی و دل آزاری کی روش اختیار کی تو عوام بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنے لگے اور نتیجہ یہ ہوا کہ نفاق، حسد اور تہمت تراشی ہمارے معاشرہ کا امتیاز بن گئی۔ کچھ لوگ تو ایسے پیدا ہو گئے کہ خود ساختہ

علمی وادبی مسائل کے بہانے دوسروں کے خلاف الزام تراشی کا موقع پیدا کیا اور اپنے جذبۂ نفرت وعداوت کو تسکین دی۔

مذکورہ تمہید کی توضیح کے لیے ہم ایک مثال پیش کر رہے ہیں جس سے مصرع ذیل کی تصدیق ہوتی ہے:

"ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیب است"

مئو ناتھ بھنجن کی حنفی جماعت کے ایک عالم مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی صاحب نے تردیدِ انکارِ حدیث کے موضوع پر ایک کتاب بہ مسمّٰی "نصرۃ الحدیث" جو کسی حق گو صاحب کے مضمون کے جواب میں ہے، لکھ کر اپنی عادت کے مطابق علامہ امرتسری پر طنز و تعریض کیا ہے ــــــ لکھتے ہیں کہ:

"حق گو صاحب سے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا، اب سب سے آخر میں مجھے مولوی ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اہل حدیث سے ایک شکایت کرنا ہے۔ مجھ کو نہایت تعجب ہوا، جب میں نے دیکھا کہ منکرینِ حدیث کا یہ رسالہ ثنائی برقی پریس میں طبع ہوا ہے۔ میں نہیں سمجھ سکا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے باایں ہمہ ادّعائے عشقِ حدیث، دشمنانِ حدیث کے اس الحاد پرور رسالہ کو، جس میں حدیث اور محدّثین کی تنقیص وتکذیب اور توہین وتحقیر کے لیے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا گیا ہے، کیوں اپنے پریس میں طبع کرایا؟ اور ان کی مذھبی حمیت، وغیرت نے اس کو کس طرح گوارا کر لیا؟ کیا مولوی صاحب مجھے بتائیں گے کہ یہ تعاون علی الاثم والعدوان میں داخل ہے یا نہیں؟ اور کیا حدیث میں دشمنوں کے ہاتھ اسلحہ بیچنے کی ممانعت آئی ہے یا نہیں؟ اگر آئی ہے تو اس میں کیا راز ہے؟ پھر ستم بالائے ستم یہ کہ اس رسالہ کو چھاپ کر آپ، خاموش ہو گئے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے، آپ نے مستقل جواب تو درکنار، اپنے اخبار میں بھی شاید اس کی خبر نہیں لی۔"

"مولوی صاحب گستاخی معاف! اہل حدیث کہلانے کے لیے تو آپ ہیں اور حدیثوں سے مدافعت کرنے کے لیے حنفی؟ ؎

فاذا تکون کریھۃ ادعی لھا　　　واذا یحاس الحیس یدعی جندب

(مطلب یہ کہ) "جب کوئی سختی پیش آتی ہے تو اس کے لیے مَیں بلایا جاتا ہوں اور جب حلوا پکتا ہے تو جندب کو بلایا جاتا ہے"

**ناظرین کرام**

مذکورہ تحریر میں مولانا اعظمی صاحب نے غیر معمولی تلبیس، طعنہ زنی، اخفائے حق، اور کذب بیانی سے کام لیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ علامہ ثناء اللہ صاحب امرتسری نے جہاں تمام منکرین حدیث و علماء سوء کی خبر لی ہے، وہیں "حق گو" صاحب کا بھی تیا پانچہ کر دیا ہے ــــ دیکھیے اہل حدیث امرتسر، ۶ اگست ۱۹۲۷ء میں علامہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ بعنوان "بلاغ کا باطل گو نامہ نگار" لکھتے ہیں:

"امرتسری منکرین حدیث کے رسالہ "بلاغ" میں ایک شخص کی طرف سے، جس کا لقب "حق گو" ہے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ یوں تو ہر شخص کا حق ہے کہ اپنا نام جو چاہے رکھ لے، عبد اللہ رکھے یا رام دتا، مگر ایسا نام اور لقب جس کا اثر عوام پر پڑتا ہو، اس پر رائے زنی کرنے کا حق ہر شخص کو حاصل ہے۔

ہم عرصے سے ان "حق گو" صاحب کے مضامین دیکھ رہے ہیں، اب ہمارا جی چاہتا ہے کہ خود ان کو دیکھیں۔ خدا کرے ہماری آرزو پوری ہو (ہماری ان سے ملاقات ہو جائے) پھر ہم دیکھیں گے کہ ان کی حق گوئی ہم پر اثر کرتی ہے یا ہماری معروضات کو وہ قبول کرتے ہیں؟ ان کی ساری حق گوئی کا خلاصہ اس ایک ہی عربی شعر میں آجاتا ہے ؎

کانت مواعید عرقوب لها مثلا ۔۔۔ وما مواعیدها الا الأباطیل

یہ حضرت حدیث نبوی ﷺ کے حق میں تو سرے سے ہی بدگو ہیں، مگر علمائے اسلام کو اتنا کوستے ہیں جتنا کہ "شیعہ" حضرت امیر معاویہؓ کو یا خارجی حضرت علیؓ کو۔

کوئی تحریر ان کی سخت کلامی یا گندہ دھنی سے خالی نہیں ہوتی، اسی لیے ہم نے آج تک ان کو قابل خطاب ہی نہیں سمجھا۔ آیت کریمہ "قُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ" [ع۵] ان کے نزدیک منسوخ التلاوۃ اور متروک العمل

---

ع۵۔ بنی اسرائیل آیت ۵۳۔

ہے ـــــ ہمیں ان حضرات سے تعارف نہیں ہے، مگر ہم ان کو استاد صائب کے اس شعر میں نصیحت کر دینا مناسب سمجھتے ہیں ؎

دھن خویش بدشنام میالا صائب
کیں زر قلب بہر کس کہ دہی باز دہد

اب ہم نے بھی ارادہ کر لیا ہے (اللہ ہمارے ارادے کو پورا کرے) کہ ان حضرات کی بدزبانیوں اور تلخ کلامیوں سے پُر مضامین کا جواب دے کر ان کی تسلی کریں، چنانچہ آج ہم اس سلسلہ کو شروع کرتے ہیں (بحولہٖ و قوتہٖ)۔"

ناظرینِ کرام! مذکورہ بالا عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ علامہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے "حق گو" صاحب کی بھی اچھی طرح خبر لی ہے۔ اگر مولانا اعظمی صاحب میں ذرا بھی صداقت اور دیانت کی بُو ہوتی تو اس قسم کی طنز و تعریض کہ "اہل حدیث کہلانے کے لیے تو آپ ہیں اور حدیثوں سے مدافعت کرنے کے لیے حنفی الخ" سے یقیناً گریز کرتے۔
مولانا اعظمی صاحب ایک اور بات کی نسبت علامہ امرتسری کی جانب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"مجھ کو نہایت تعجب ہوا، جب میں نے دیکھا کہ منکرینِ حدیث کا یہ رسالہ ثنائی برقی پریس میں طبع ہوا ہے۔"

اس سلسلہ میں اولاً یہ عرض ہے کہ ہر دور میں علماء اہل حدیث کے سلسلہ میں افتراء پردازی اور بہتان تراشی کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ کئی کئی سطر کی عبارتیں ان علماء کی جانب بے بنیاد طور پر منسوب کر دی گئی ہیں اور ان کے استدلال والی عبارتوں میں کھلی تحریف کی گئی ہے۔ اس کی مثالیں خود اعظمی صاحب کی کتاب "رکعاتِ تراویح" اور ان کے مدافع مولانا عبدالباری قاسمی کی "ذیل رکعات تراویح" میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

اس رویہ کی بناء پر عین ممکن ہے کہ حق گو صاحب کی کتاب کے ثنائی پریس میں چھپنے کی داستان ہی من گھڑت ہو۔

ثانیاً یہ عرض ہے کہ "کسی پریس میں کسی کتاب کے چھپنے سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ پریس کا مالک اس کتاب کے مضمون و مشتملات سے متفق اور اس کے موقف کا حامی و مؤید ہے، بڑی سطحی بات ہے۔ علامہ امرتسریؒ اپنے پریس کے مالک تھے، لیکن پریس کا عملہ ہر کتاب کی اشاعت و عدمِ اشاعت سے متعلق ان کی منظوری لینے کا مکلف نہ تھا۔ لہٰذا جب تک

یہ ثابت نہ ہو کہ علامہ امرتسریؒ کی واقفیت و اجازت کے بعد کتاب ان کے پریس میں طبع ہوئی تھی، اس وقت تک اسلام کے اتنے بڑے مجاہد، بقول علامہ سید سلیمان ندوی: "اسلام پر جس نے بھی حملہ کیا، اس کی مدافعت میں جو سپاہی سب سے پہلے آگے بڑھتا وہ وہی ہوتے" (یعنی علامہ ثناء اللہ امرتسریؒ) کے خلاف لب کشائی بے معنی ہے۔ خصوصاً اس پس منظر میں کہ علامہ امرتسری نے اپنی پوری زندگی علم حدیث کی خدمت اور مؤولین و منکرینِ حدیث کی تردید میں بسر کردی۔ یہاں تک کہ اس راہ میں ان کو قاتلانہ حملہ کا سامنا بھی کرنا پڑا۔

مولانا اعظمی صاحب تردیدِ انکارِ حدیث کے موضوع پر ایک کتاب، ہاں صرف ایک کتاب لکھ کر علامہ امرتسریؒ پر طنز و تعریض کر رہے ہیں، جب کہ علامہ امرتسری نے اس موضوع پر آٹھ مستقل کتابیں تصنیف کیں اور بڑے بڑے سات مقالے تحریر فرمائے — جن کی اقساط کی مجموعی تعداد ہماری تلاش کے مطابق (۸۵) ہے، جب کہ اس تعداد پر اضافہ کا امکان اب بھی ہے۔

ناظرینِ کرام! مولانا اعظمی صاحب کے اس طنزیہ جملہ کو "اہل حدیث کہلانے کے لیے تو آپ ہیں اور حدیثوں سے مدافعت کرنے کے لیے حنفی" ایسے مردِ مجاھد کے حق میں تعصب اور بغض و عناد کے سوا کیا کسی اور چیز پر محمول کیا جا سکتا ہے؟

مولانا اعظمی کی یادگار میں "المآثر" نامی جو مجلہ شائع ہو رہا ہے، اس کا عام رجحان تشویش انگیز ہے۔ کیوں کہ جس طرح مختلف مسائل کو ابھار کر مولانا کی عظمت ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، اس سے مولانا کے علمی مقام میں اضافہ نہیں ہوگا، بلکہ دوسرے لوگ ان تحریروں اور شہادتوں کو پیش کریں گے، جن میں موصوف کی تنقیص ہے۔ "المآثر" کی اشاعت جولائی اگست، ستمبر ۱۹۹۴ء میں مولانا اعظمی کی ایک کتاب "الألبانی شذوذہ واخطاؤہ" کا تعارف یہ ثابت کرنے کے لیے کرایا گیا ہے کہ اعظمی صاحب کا مرتبہ علامہ البانی صاحب سے بہت بڑھا ہوا ہے۔ اس تعارف میں علامہ البانی صاحب پر متعدد اوچھے اعتراضات کیے گئے ہیں، اور کہیں کہیں ان کے خلاف بہتان طرازی بھی کی گئی ہے۔ ہم علامہ البانی صاحب کو نقد و اعتراض سے بالاتر نہیں سمجھتے، لیکن یہ معلوم ہونا چاہیے کہ موصوف اردو نہیں سمجھتے۔ ان پر اگر کچھ لکھنے کا حوصلہ ہو تو عربی میں لکھ کر پیش کرنا چاہیے، تاکہ وہ غور کر سکیں اور اپنے موقف کو واضح کر سکیں۔ علامہ البانی صاحب حفظہ اللہ کے خلاف اردو میں کچھ لکھنے

کا مدعا شاید یہ ہے کہ اس طرح مریدوں کے حلقہ میں مولانا اعظمی صاحب کا کوئی بہت عظیم کارنامہ ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اعظمی صاحب مارے خوف کے اس کتاب کو پہلی بار اپنے نام سے شائع نہ کر سکے — بلکہ یہ کتاب "ارشد سلفی" (حنفی نہیں) کے نام سے شائع ہوئی، پھر اعظمی صاحب کے ایماء پر یا کسی مرید کی قدر دانی کے نتیجہ میں اسے اعظمی صاحب کے نام سے شائع کیا گیا۔ اس ابہام و تلبیس کے باوجود کتاب میں کوئی ایسی تنقید نہیں، جس کا معقول جواب موجود نہ ہو — چنانچہ علامہ البانی صاحب کے ایک شاگرد نے اعظمی صاحب کی مذکورہ کتاب کا مسکت جواب دیا، جو علمی حلقوں میں آج بھی معروف و مشہور ہے۔

انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ رسالہ المآثر میں جب مذکورہ کتاب کی تمجید کی گئی تو مختصر اشارہ اس کے جواب کی طرف بھی ہونا چاہیے تھا، تاکہ تصویر کے دونوں رخ سامنے آجاتے۔

"الألبانی شذوذہ واخطاؤہ" کے تعارف میں جماعت اہل حدیث پر بھی چوٹ کی گئی ہے اور علامہ البانی صاحب حفظہ اللہ پر اباحیت و غیر مقلدیت کے بے تعصب کا الزام عائد کیا گیا ہے۔ ان سطور میں مذکورہ تعارف کا جائزہ مقصود نہیں، لیکن یہ ضرور عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ آپ حضرات کی جانب سے اہل حدیث اور اکابر اہل حدیث کی شان میں جو کچھ لکھا جائے گا، اس کا جواب دینے کے لیے وہ بھی منہ میں زبان اور ہاتھ میں قلم رکھتے ہیں۔ اباحیت کا الزام اگر کسی اسلامی فرقہ پر عائد ہو سکتا ہے تو سب سے پہلے یہ مقلدین کا فرقہ ہے اور بالخصوص حنفیہ کے فقہی ذخیرہ میں جن لوگوں نے کتاب الحیل کا مطالعہ کیا ہے، وہ اس بات کی تصدیق کریں گے۔ اس کتاب میں مفروضہ / غیر ضروری مسائل کی جس انداز سے تشریح کی گئی ہے، اور احکام شریعت سے گریز کے لیے جو راہیں پیدا کی گئی ہیں، اس کے بعد کسی اور تحریر و کتاب پر اباحیت کا الزام کیسے عائد کیا جا سکتا ہے؟

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معروف کتاب "تذکرہ" میں "کتاب الحیل" پر جو تاثر پیش کیا ہے، اسے پڑھ لینا چاہیے۔

ان سطور کے اختتام پر گزارش ہے کہ "نصرۃ الحدیث" کی آئندہ اشاعت سے "ایڈیٹر اہل حدیث امرتسر سے ایک شکایت" والی تحریر حذف کر دینا چاہیے۔ اسی طرح مولانا اعظمی کی عظمت و برتری کے لیے ان کے اپنے کارناموں کا تذکرہ کرنا چاہیے، کسی اور کی

تنقیص وتحقیر سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ عیب وہنر کی تعیین وتشخیص میں نقطۂ نظر کا بہت زیادہ دخل ہوتا ہے، اس لیے صاحبِ انصاف صرف کسی کے تاثر و بیان کی بنیاد پر رائے قائم نہیں کرتے ؎

نعین الرضاعن کل عیب کلیلة　　　ولکن عین التسخط تبدی المساویا

یعنی "رضا مندی کی نظر عیوب دیکھنے سے قاصر ہوتی ہے، اور ناراضگی کی نظر صرف برائیوں کو نمایاں کرتی ہے۔"

تقریبًا یہی بات شیخ سعدیؒ نے یوں کہی ہے:

ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیب است　　　گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است

---

انجار الجامعہ

# اہل حدیث یوتھ فورس کا ماہانہ تربیتی اجلاس اور تقریری مقابلہ

گزشتہ دنوں جامعہ کے سبزہ زار میں بعد از نمازِ عصر اہل حدیث یوتھ فورس کے ماہانہ تربیتی اجلاس میں ایک انعامی تقریری مقابلہ ہوا، جس کا عنوان تھا:

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت سپہ سالار!

اس تقریری مقابلہ میں یوتھ فورس کے مختلف یونٹوں سے تعلق رکھنے والے بہت سے بچوں اور نوجوانوں نے حصّہ لیا۔ اکثر مقررین کی تقریریں ہر لحاظ سے بہترین تھیں، اور سامعین نے انھیں بے ساختہ داد دی۔

آخر میں رئیس الجامعہ جناب علامہ محمد مدنی نے گزشتہ مقابلہ میں اول، دوم، سوم پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء میں انعام کے طور پر اسلامی کتب تقسیم کیں، اور اعلان کیا کہ آئندہ اجلاس ۶ر اکتوبر کو ہوگا، جس میں مناظرِ اسلام علامہ محمد شمشاد سلفی آف نارنگ منڈی خطاب فرمائیں گے۔

—— رئیس الجامعہ کی دعائے خیر پر یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔